حدیث قرطاس
کے جوابات
تصنیفِ لطیف
حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
فیض احمد اویسی رضوی
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہ

پیش لفظ

حضرت علامہ اُویسی صاحب مسجد میں تشریف فرما تھے۔ چند اشخاص حاضر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراضات کرنے لگے۔ علامہ اُویسی صاحب نے فرمایا کہ اس مجلس میں صرف ایک مسئلہ کے اعتراضات بیان کیجئے اور اپنے میں کسی صاحب کو سوالات کے لئے منتخب فرمالیں۔ ان میں ایک صاحب نے سوالات ذیل کئے اس کے جوابات علامہ اُویسی صاحب نے بیان فرمائے جنہیں ہم نے کتابچہ کی صورت میں جمع کر کے ناظرین کو پیش کر رہے ہیں۔

سوال: پیغمبر علیہ السلام جناب علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت تحریر فرمانا چاہتے تھے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کاغذ، قلم و دوات طلب فرمائی تو اُنہوں نے نہ دی بلکہ یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہذیاں کہتا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی غلطی کی۔

جواب ۱: جھوٹوں پر خدا عزوجل کی لعنت۔ آپ کی پہلی بسم اللہ ہی غلط بلکہ کتب اہل اسلام میں الٹا یہ موجود ہے کہ پیغمبر علیہ السلام اپنے مرض الموت میں جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تحریر فرما گئے تھے [1] جیسا کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵ پر واضح الفاظ موجود ہیں نیز اس طعن کرنے سے اتنا پتہ چل گیا کہ خم غدیر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر نہیں ہوئے تھے اور عید غدیر مناکر شیعہ لوگ خواہ مخواہ بدنام ہو رہے ہیں۔ آپ کا یہ دعویٰ پیغمبر علیہ السلام نے کاغذ، قلم، دوات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلب فرمائی تو یہ بھی جھوٹ ہے بلکہ آپ نے جمیع حاضرین سے کہ جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور گھر کی عورتیں وغیرہ بھی شامل ہیں کاغذ، قلم، دوات طلب فرمایا جیسا کہ بخاری شریف، جلد ۱، صفحہ ۴۴۹ پر موجود ہے: فَقَالَ ائۡتُونِي بِكَتِفٍ أَكۡتُبُ لَكُمۡ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعۡدَهُ أَبَدًا [2]

یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتف لاؤ تاکہ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم راہ حق کو نہ گم کرو (یعنی بھٹک نہ جاؤ)۔

غور فرمایئے حدیث میں ائۡتُونِي صیغہ جمع مذکر مخاطب بول کر پیغمبر علیہ السلام جمیع حاضرین سے کتف طلب فرما رہے ہیں۔ فقط حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان سے طلب ہی کیوں فرماتے جب کہ وہ ان کا گھر ہی نہ تھا کہ جس میں قلم دوات طلب کی گئی بلکہ حضرت عائشہ

---

[1] یعنی جب حضور علیہ السلام کے وصال سے قبل حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کی امامت فرمائی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس سے روکا نہیں۔ ن اُویسی
(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل الأول، 174/3، الحديث: 1117، دار الكتب العلمية، 2015)

[2] (صحيح البخاري، كتاب الجزية، باب إخراج اليهود من جزيرة العرب، 1156/3، الحديث: 2297، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/1993م)

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا[3] جیسا کہ بخاری شریف جلد ا صفحہ ۳۸۲ پر ہے اور پھر اگر قریب تھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر لہٰذا اگر خاص طور پر طلب فرماتے تو ان سے کہ جن کا گھر بعید [4] تھا۔ بہر حال نقل و عقل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیغمبر علیہ السلام نے قلم دوات طلب نہیں فرمائی۔

(۲) آپ اس کا کیا جواب دیں گے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن زندہ (دنیوی زندگی) رہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود قریب البیت ہونے کے بھی ان کی تعمیل حکم نہ کر سکے اور بقول شیعہ خلافت بھی انہیں کی تحریر ہوئی تھی اور ادھر حکم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تھا۔ لہٰذا اگر باقی سب صحابہ مخالف تھے تو ان پر لازم تھا کہ چھپے یا ظاہر ضرور لکھوا لیتے تا کہ یوم السقیفہ یہی تحریر پیش کر کے خلیفہ بلا فصل بن جاتے مگر یہ سب کچھ نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یا تو تحریر ہی سرے سے ضروری نہ تھی بلکہ ایک امتحانی پرچہ تھا کہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اتفاق فرمایا ورنہ آپ پر کتمانِ حق (حق کو چھپانے) اور وحی کا الزام عائد ہو گا حالانکہ جماعت انبیاء اس سے بالا تر ہے۔

(۳) اگر یہ ضروری تحریر تھی یا وحی الٰہی تھی اور کاغذ دوات نہ لانے والا خواہ مخواہ ہی مجرم ہوتا تو اس جرم کے مرتکب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بجائے اہل بیت کو ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر وقت گھر میں رہتے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جن کا گھر باقی صحابہ کی نسبت قریب تھا اور اگر وہ مجرم نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مجرم نہیں۔ لہٰذا شیعوں کا یہ کہنا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کاغذ اور دوات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے طلب فرمائی باطل ہوا۔

سوال: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے العیاذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہذیان کی نسبت کی؟

جواب: یہ بھی جھوٹ اور افتراء ہے بلکہ بخاری شریف جلد ا صفحہ ۴۴۹ پر یوں موجود ہے: فَقَالُوا مَا لَهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ[5]

یعنی حاضرین نے کہا کہ حضور کا کیا حال ہے کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں آپ سے دریافت تو کر لو۔

اور عبارت میں قَالُوا بصیغہ جمع مذکر غائب موجود ہے لہٰذا پہلی جہالت تو شیعوں کی یہ ہوئی کہ صیغہ جمع سے ایک شخص واحد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد لے لیا۔ دوسری جہالت یہ کہ ہجران کا معنی برخلاف عربیت بلکہ برخلاف سباق و سیاق ہذیان لکھ مارا حالانکہ هَجَرَ معنی ہذیان کیا

---

[3] (صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب الغسل والوضوء في المخضب والقدح والخشب والحجارة، 84/1، الحديث: 195، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

(صحيح البخاري، أبواب صلاة الجماعة والإمامة، باب حد المريض أن يشهد الجماعة، 237/1، الحديث: 634، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

[4] تمام شیعہ متفق ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر مدینہ شریف کے آخری کونہ پر تھا۔ (اویسی غفرلہٗ)

[5] (صحيح البخاري، كتاب الجزية، باب إخراج اليهود من جزيرة العرب، 1156/3، الحديث: 2297، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

جائے تو آگے اسْتَفْهِمُوهُ کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کیونکہ شیعوں کے ماسویٰ کوئی عقلمند بھی نہیں ملے گا کہ پہلے کسی کو مَخْبُوطُ الحَواس (پاگل) اور مجنون سمجھ لے اور پھر اس سے اس کے ہذیان کا مطلب پوچھنے لگے بہر حال صیغہ اسْتَفْهِمُوهُ نے بتادیا کہ اہجر کے معنی وہی دارِ دنیا سے جدا ہونے کا ہی ہے نہ کچھ اور۔

(۲) اگر ہجر بمعنی ہذیان بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی مفید نہیں کیونکہ اہجر میں ہمزہ استفہام انکاری موجود ہے کہ جس سے نفی ہذیان مفہوم ہو رہی ہے معنی یہ ہو گا کہ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی ہذیان فرما رہے ہیں۔ نہیں ہر گز نہیں بلکہ ہوش سے فرما رہے ہیں ذرا دریافت تو کر لو بہر کیف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ویسے ہی اس مقولہ کے قائل نہ تھے باقی رہے قائلین تو چونکہ ہجر بمعنی ہذیان ثابت نہیں ہوا اگر ہوا تو بوجہ ہمزہ استفہام منفی ہو گیا لہٰذا وہ بھی اس سے بری ہو گئے۔

سوال: اگر یہی بات ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسبنا کتاب اللہ کیوں کہا؟

جواب: اول تو اکثر روایات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مقولہ ہی نہیں شمار ہوا۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ خیال فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دین اور قرآن مکمل ہو چکا ہے کہ جس پر الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ [6] شاہد ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم بطورِ وحی الٰہی اور وجوب (حکم) نہیں بلکہ بطورِ مشورہ ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطورِ مصلحت اور مشورہ عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ تحریر قرطاس کی تکلیف نہ فرمائیں کتاب اللہ کو ہمارے لئے کافی سمجھیں جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مُوافقت (رضامندی) ظاہر فرمائی اور تحریر قرطاس پر زور دینے والوں کو ڈانٹ دیا۔ چنانچہ بخاری شریف جلد ا صفحہ ۴۴۱ پر ہے دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ [7] اور اگر قرآن کو کامل مکمل کتاب جاننا ہی جرم ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی کا کیا مطلب ہو گیا وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا [8] نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہج البلاغہ مصری جلد ۲ صفحہ ۸۶ پر ہے واللہ واللہ فی القرآن [9] نیز کتاب مذکور جلد ۲ صفحہ ۳۳ پر ہے أوصيک۔۔۔ والاعتصام بحبله [10] اور جلد ۳ صفحہ ۴۲ پر ہے ومن اتخذ قوله دليلاً هدي [11] دیکھئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ہدایت کے لئے قرآن کو کافی قرار دیا لہٰذا ان کے قول سے اگر انکار بالسنۃ لازم نہیں آئیگا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کیونکر مفہوم مخالف لیا جاسکے گا۔ اگر بربنائے نیستی و بربنائے مصلحت مشورہ دینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب روایت مذہب شیعہ یقیناً منکر رسول ہیں۔ چنانچہ جنگ حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اصح یا علی اے علی مٹایئے مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغمبر علیہ السلام کو صاف

---

6) (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه، 25/1، الحديث: 44، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/1993م)

7) (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته، 1612/4، الحديث: 44، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/1993م)

8) الِ عمران: 103 **ترجمہ کنزالایمان:** اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر۔

9) (شرح نهج البلاغة لابن أبي الحديد المدائني، 75/3، دار الكتب العلمية، 2009)

10) (نهج البلاغة، ص292، دار التعارف للمطبوعات، 1990)

11) (نهج البلاغة، عظة الناس، ص146، دار التعارف للمطبوعات، 1990)

جواب دیا کہ میں اسے ہرگز نہیں مٹاؤنگا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اسے مٹایا۔ اگر اس واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نافرمان نہیں کہا جاسکتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نہ کہا جائے کیونکہ بربنائے مصلحت وحکمت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم نبوی کی خلاف ورزی کی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلاف ورزی کی ہے نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلکہ وہی ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہتے تھے۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب القسطاس فی حدیث القرطاس میں ہے۔

فضائل عمر از لسانِ حیدر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: تتمہ شیعہ صاحبان خواہ مخواہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو جب خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روم پر چڑھائی کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا کہ نواحی اسلام کو غلبۂ دین سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اُس وقت فتح دی جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی اور کسی طرح فتح نہیں پاسکتے تھے۔ انہیں اُس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے جب یہ کسی طرح روکے نہیں جاسکتے اور وہ خداوند عالم حی لایموت ہے اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے اور تکلیف اٹھائے تو پھر یہ سمجھ لے کہ مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاؤ تک پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد کوئی ایسا مَرجَع (ٹھکانا، پناہ گاہ) نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں لہٰذا تو دشمن کی طرح اس شخص کو بھیج جو کارآزمودہ ہو اس کے ماتحت ان ان لوگوں کو روانہ کر وجو جنگ کی سختیوں کے مُتَحَمِّل (برداشت کرنے والے) ہوں اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا غلبہ نصیب کریگا تب تو وہ چیز ہے جسے تو درست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے۔ (نیرنگ فصاحت صفحہ ۱۹)

ہم نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عربی کلام کا ترجمہ شیعہ کی کتب نیرنگِ فصاحت سے لیا ہے تاکہ ان کو یہ عذر نہ ہو کہ ترجمہ میں دست اندازی کی گئی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے ہیں۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پورا اعتماد تھا۔ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا ورنہ یہ مسلم ہے کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے اس طرح کا مشورہ ہرگز نہیں لیا کرتا۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کا ملجاوماوا (پناہ ملنے کی جگہ) سمجھتے تھے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مشورہ نہ دیا کہ اس مہم میں بذاتِ خود معرکہ کارزار میں جائیں۔ اگر خدانخواستہ باہمی کدورت ہوتی تو یہ مشورہ نہ دیتے کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں بلکہ ان کو تو یہ خواہش چاہیے تھی کہ یہ خود وہاں جائیں ان کا کام تمام ہو اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ اس بات سے ظاہر ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صادق الوداد دوست تھے۔

(۳)حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیابی کو کامیابیٔ اسلام تصور کرتے تھے اس لئے ان کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور مسلمانوں کا خود حامی وناصر ہے۔جب مسلمان تھوڑے تھے اُس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی اور اب تو بفضلِ خدا مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے پھر اس کی تائید ونصرت پر کیوں نہ بھروسہ کیا جائے۔جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے عیار لوگوں کی اس من گھڑت کہانی کی بھی تردید ہوتی ہے کہ مسلمان بعد وفاتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تین چار ہی رہ گئے ہیں۔ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی اب گنتی کے چند آدمی رہ گئے ہیں۔ان کو اس مہم پر بھیجو تو فتح ہوگی ورنہ شکست۔

تمت بالخیر

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور، پاکستان